السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بعض علاقوں میں ایسا ہوتا ہے کہ مرنے والے کے بعض رشتہ دار اور دوست اس کی وفات کے بعد چارپائیوں یا چٹائیوں وغیرہ پر تین یا چالیس دنوں کے لیے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر جو لوگ تعزیت کے لئے آتے ہیں تو ان میں سے ہر آدمی باآواز بلند یہ کہتا ہے کہ دعا کریں۔ پھر سب لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں،

اس طرح کی مروجہ دعا، متعین جگہ اہل میت اور لوگوں کا اجتماع، تعزیت کے دنوں تعین اور مروجہ طریقہ تعزیت کا ثبوت کیا ہے؟ قرآن وحدیث سے جواب دیں۔ جزاکم اللہ خیراً

---

# الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

چالیس دنوں تک تعزیت کے لیے بیٹھنا، ہر آدمی کا باآواز بلند دعا کا مطالبہ کرنا اور پھر سب لوگوں کا میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا یہ سب بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت شریعت مطہرہ میں موجود نہیں ہے۔

سیدنا جعفر بن ابی طالب الطیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد نبی ﷺ نے آل جعفر کو تین دنوں کی مہلت دی پھر ان کے پاس جا کر فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا۔ (سنن ابی داود: 4192 وسندہ صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت پر تین دنوں سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب زید بن حارثہ، جعفر (طیار) اور عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے۔ آپ کے چہرے پر غم کے آثار نظر آ رہے تھے۔ (صحیح بخاری: 1299، صحیح مسلم: 935 وترقیم دارالسلام: 2161)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل میت کا (تعزیت والوں کے لیے) بیٹھنا جائز ہے۔ واللہ اعلم یاد رہے کہ عورت اپنے خاوند کی وفات پر چار مہینے دس دن سوگ منائے گی۔

تعزیت کی ایک مشہور دعا درج ذیل ہے:

«ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی» بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو وہ عطا فرمائے اور ہر چیز اس کے پاس ایک خاص وقت کے لیے ہے۔ (صحیح بخاری: 1284 واللفظ لہ، صحیح مسلم: 923 وترقیم دارالسلام: 2135)

میت پر تعزیت کے لیے لوگوں کا بار بار دعا کی درخواست کرنا اور اجتماعی طور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ثابت شدہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے) تین دن گزرنے کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے تو ہمارے سر منڈوا دیے پھر آپ نے میرا (ایک) ہاتھ پکڑ کر بلند کیا پھر فرمایا: اے اللہ آل جعفر کی نگہبانی فرما اور عبداللہ بن جعفر کے لیے برکت نازل فرما۔ (مسند احمد 1/204 ح 175 وسندہ صحیح)

اس حدیث سے مروجہ دعا کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ صرف پیار سے نابالغ بچے کے ایک ہاتھ کو آسمان کی طرف بلند کرنا ثابت ہے ورنہ صرف ایک ہاتھ سے دعا کرنا کیسا ہے؟

ایک غالی دیوبندی نعیم الدین نے "رجل الرشید" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ نعیم الدین نے اس کتاب میں اپنے دیوبندی علماء کے کئی فتوے نقل کئے ہیں جن میں تعزیت کی مروجہ دعا کو غیر ثابت اور غیر درست قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے محمد کمال الدین اور محمود اشرف دونوں لکھتے ہیں: مروجہ طریقہ کے مطابق تعزیت کے لیے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا اور دعا کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے۔ اس لیے تعزیت کے لیے رسمی طور پر ہاتھ اٹھانا درست نہیں۔ کیونکہ تعزیت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ میت اور اس کے اقارب کے لیے زبانی دعا کی جائے اور ان کو صبر دلایا جائے۔ البتہ انفرادی طور پر اگر میت کیلئے ہاتھ اٹھا کر مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرلی جائے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔" (رجل رشید ص 171)

دیوبندی مفتی رشید احمد لدھیانوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے" (احسن الفتاوی ج 4 ص 254 رجل رشید ص 173)

نعیم الدین دیوبندی اپنے قاری عبدالرشید دیوبندی سے نقل کرتے ہیں، وہ اپنے والد دیوبندی مفتی عبدالحمید سے کہ قاری لطف اللہ دیوبندی صاحب جب ایک حادثہ میں فوت ہوئے تو ایک دیوبندی عالم "تعزیت کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ۔ ۔ ۔ ۔ فقیر اللہ صاحب نے فوراً فرمایا مولانا کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت غلطی ہوئی اور ہاتھ چھوڑ دیئے (دیکھئے رجل رشید ص 169)

یہ فقیر اللہ دیوبندی صاحب قاری لطف اللہ دیوبندی کے والد اور دیوبندی مدرسے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی تھے جنھوں نے اپنے بیٹے کی موت پر مروجہ دعا سے اشارتاً منع کر دیا تھا۔ تعجب ہے کہ ہمارے علاقے میں دیوبندی حضرات بغیر کسی انکار اور جھجک کے اس مروجہ دعا پر علم پیرا ہیں حالانکہ ان کے اپنے مقتیان کرام اس عمل کو بدعت وغیر ثابت قرار دے چکے ہیں۔ اسی طرح بعض الناس کے بعض نام نہاد علماء کو "کیا یہ حدیث (دلیل)

سے ثابت ہے ؟" والے سوال سے سخت چڑ ہے حالانکہ طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ دلیل پوچھنے والے سے ناراض نہ ہوں اگر دلیل معلوم ہو تو بیان کردیں یا پھر کہہ دیں کہ دلیل معلوم نہیں ہے

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

## فتاویٰ علمیہ (توضیح الاحکام)

## ج1ص512

محدث فتویٰ